Azad, Abu... Kalam

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ

Din va-s-siyasat

الدّین والسیاسۃ

مذہب اور سیاست کے متعلق کلام ربّانی کے حقائق

خدا کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السّلام۔ اور۔ خدائی کا دعویٰ کرنیوالے فرعون کا معرکہ

حق و باطل کی جنگ ـــــ . ـــــ نور و ظلمت کا مقابلہ

اثر خامہ

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

مولوی ظہور الحسن (پبلشر) مالک کتبخانہ نئی جنتری

بجنور (یو۔پی)

قیمت ۱۲/ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الدین و السیاست

دنیوی حکومتوں نے اگرچہ سیاست کو ظلم و جور، تمرد و طغیان، خود غرضی و ہوائے نفس، کذب و فریب و سائس و حیل، اور حرص و مطامع کا مرادف بنا دیا لیکن درحقیقت وہ ایک روحانی صداقت ہے، جس پر دنیا کی تمام صداقتوں کی طرح ابتلا و امتحان، ترقی و تنزل، اور ظہور و خفا کے مختلف دور گذر چکے ہیں۔ آغاز خلقت میں جب انسان جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کی اندھیری غاروں میں رہتا تھا، تو سیاست بھی اس کے تمام محاسن و فضائل کی طرح ان ہی تاریکیوں میں عزلت گزیں رہی، پھر جب تمدن نے ترقی کی اور متمدن سلطنتیں قایم ہوئیں، تو سیاست نے بھی اس تاریک اُفق سے سر نکالا، اور سلاطین ہوائے نفس کے ساتھ ساتھ مدتوں تک دنیا پر جابرانہ حکومت کرتی رہی۔

لیکن اس کا یہ جابرانہ دور حکومت خدا کی مرضی کے مطابق نہ تھا، اس لئے وہ بادشاہوں کے عظیم درباروں سے رخصت ہوئی، اس نے تاج و تخت کو ٹھوکر لگایا، اور مذہب کے داعیان الٰہی کے دامن میں جا کر پناہ لی۔

دنیا کی تمدنی تاریخ میں یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا، اس نے

دنیا کی غیر متحرک فضا میں شعاع آفتاب کی رعشہ دار انگلیوں کی طرح ایک نورانی تموج پیدا کر دیا جس کی پہلی لہر دریائے نیل سے اٹھی، اور پھر ریگستان عرب میں پہنچکر آب زمزم کی سطح ساکن کے اندر مل گئی۔

القرآن الحکیم قرآن حکیم ایک مجموعہ صداقت ہے، اس لئے اس نے دنیا کی تمام صداقتوں کے ساتھ سیاست کو بھی اپنے دامن میں سب سے پہلے جگہ دی، اور جو نور چند لمحوں کے لئے وہ طور پر چمکا تھا، وہ ہمیشہ اس کے تاج حقیقت کا طرۂ زرنگار رہا، سیاست الٰہی فرعون کے تاج و تخت کی ذمہ دار نہیں تھی اس کا کام ابوجہل و ابوسفیان کی سیادت کو محفوظ رکھنا نہ تھا، وہ دنیا میں صرف میزان عدل کے قائم کرنے کے لئے آئی تھی، اس لئے اس نے ایک فطری مذہب کی آغوش میں اپنے آپ کو نمایاں کیا، کیونکہ فطرت ہی ایک ایسی چیز ہے جو خود عدل و انصاف سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتی، اور اگر وہ اپنے مرکز سے ہٹ جائے تو دنیا کا تمام قدرتی نظام دفعتًا درہم برہم ہو جائے۔

المیزان آفتاب و ماہتاب دنیا پر ایک لازوال طاقت کے ساتھ حکومت کر رہے ہیں، اور اُن کا دور حکومت سلاطین کی حکومت سے بہت زیادہ وسیع و طویل ہے گھنے درختوں کا سایہ بادشاہوں کے دامن دولت سے بہت زیادہ فراخ ہوتا ہے۔ امیر و غریب کو یکساں طور پر جگہ دینے کے لئے اس کی آغوش ہر وقت کھلی رہتی ہے۔ آسمان کی حکومت سب سے زیادہ قدیم اور پائدار ہے کہ وہ ازل ہی سے تمام

دنیا کے سر پر محیط ہے۔ لیکن فطرت نے ان کو بھی خودسر، مغرور، اور سرکش نہیں بنایا، بلکہ ایک عادلانہ نظام کا پابند کر دیا ہے اور انھوں نے فطرت الٰہی کے آگے اپنی اپنی گردنیں جھکا دی ہیں۔

الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان والسماء رفعہا ووضع المیزان۔ (۵۵: ۶)	سورج اور چاند ایک خاص نظام کے ماتحت گردش گردش کر رہے ہیں، درختوں نے بھی اپنے بلند سروں کو اسی نظام کے آگے جھکا دیا ہے، یہ فطری نظام قدیم سے ہے، خدا نے جب آسمان کو پیدا کیا اور اس کو بلند کیا تو اسی وقت ایک میزانِ عدل بھی قایم کر دیا۔

انسان فطرت کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ اس بنا پر خدا کی ان عظیم الشان مخلوقات کی طرح وہ بھی اسی فطرتی نظام عدل کا پابند ہے اور اگر وہ خدا کی تمام مخلوقات میں بڑا ہے تو اس کو خدا کے نظام عدل کا بھی سب سے زیادہ پابند ہونا چاہیے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب و ماہتاب کی پابندیوں کے جلوے دکھا کر انسان کو بھی اسی عادلانہ قانون کی پابندی کا حکم دیا۔

الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔ (۵۵: ۸)	جس طرح آفتاب، ماہتاب، درخت اور آسمان، اپنے محور و نظام عدل سے تجاوز نہیں کرتے اسی طرح تم بھی اس میزان عدل کو پوری حالت کے ساتھ قایم رکھو، اور اس میں کسی قسم کی بیشی نہ کرو!

(عدالت الٰہی) یہی نظام عدل ہے جو سیاست مذہبی کی روح ہے مذہب دنیا میں اسی کے پھیلانے کے لئے آیا تھا لیکن

انسان کا دست ستم ہمیشہ اس نظام کو درہم برہم کرتا رہا ہے، اس لئے فطرت الہٰی ہمیشہ اس کو سزا بھی دیتی رہتی ہے، اور سیاست کا میزان ہمیشہ قوت ہی سے قایم رہ سکتا ہے۔

فطرت کی عدالت دنیوی عدالتوں سے بالکل مختلف مگر ان سے زیادہ منصف ہے۔ دنیوی عدالتیں سزائیں دیتی ہیں، لیکن جرم و سزا میں کوئی مناسبت نہیں ڈھونڈھتیں۔ اگر ایک شخص نے چوری کی ہے تو عدالت حکم دیتی ہے کہ وہ تین برس تک ایک عمارت کے اندر قید کر دیا جائے، اگر ایک شخص نے مکر و فریب سے کسی کو دھوکا دیا ہے تو عدالت اس کے اخلاقی مرض کا یہ علاج تجویز کرتی ہے کہ روز ایک من گیہوں پیسے مگر فطرت جرم و سزا میں ہمیشہ دقیق مناسبت کی بنا پر سزا دیتی ہے۔ مثلاً جن قوموں نے احکام الہٰی کی خلاف ورزی کی، میزان عدل و قسط کو پامال کیا، اور خدا کے بندوں پر ظلم و جبر کے ساتھ مسلط ہو گئے، تو خداوند تعالیٰ نے بھی ان پر اپنی عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کر دیا، جنھوں نے اُن کے سر غرور و طغیان کو چور چور، ریزہ ریزہ، پاش پاش کر دیا۔

کذبت ثمود و عاد	ثمود و عاد نے ہلا دینے والی چیز یعنی قیامت کا انکار
بالقارعۃ فاما ثمود فا	کیا جو خدا کی عدالت کا دن تھا پس ہم نے دنیا ہی میں
ھلکوا بالطاغیۃ واما	اس کا نمونہ دکھلا دیا، ثمود کی قوم زلزلے سے تباہ
عاد فاھلکوا بریح صرصر	کر دی گئی، اور عاد پر آندھی کا طوفان آیا جو متصل
عاتیۃ سخرھا علیھم	سات رات اور آٹھ دن تک قایم رہا۔ وہ لوگ

سبع لیال و ثمنیة ایام حسوما فتری القوم فیها صرعی کانهم اعجاز نخل خاویة، فهل تری من باقیة ؟ (۶۹.۵)	اس میں گرے ہوئے کھوکھل درختوں کی طرح نظر آتے تھے، وہ کہ اپنی آبادیوں اور عمارتوں پر ناز کیا کرتے تھے اور ظلم و فساد کے غرور میں عذاب الٰہی سے غافل تھے، آج زمین پر ان کی ایک یادگار نہیں دکھائی جا سکتی!

ایک مدت تک اسی نظام عدل اور اصول فطرت کی بنا پر دنیا میں قومیں بنتی بگڑتی رہیں۔ جب تک دنیا میں کوئی قوم یا کوئی سلطنت قیام انصاف کے ذریعے خود صالح رہی، اور اپنے ساتھ دوسروں کی بھی اصلاح کی، اس وقت تک وہ ہلاکت و بربادی سے محفوظ رہی:

وما کان ربک لیھلک القری بظلم و اھلھا مصلحون (۵: ۶۹)	تمہارا پروردگار کسی آبادی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ اصلاح کی خدمت انجام دیتی ہے۔

دنیا کی بادشاہت و سیاست صرف اصلاح کے لئے ہے "اصلاح" اور "افساد" کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں لیکن تم سورۂ انبیاء میں تم بار بار پڑھ چکے ہو:

ان الارض یرثھا عبادی الصلحون۔ (۲۱: ۱۰۵)	زمین کے وارث صرف ہمارے صالح بندے ہوئے اور ہوں گے۔

لیکن برخلاف اس کے جب کسی قوم نے عدل کو ظلم سے، اور اصلاح

کو افساد سے بدل دیا، خدا کے بندوں کو خدا کی غلامی سے ہٹا کر اپنا غلام بنانا چاہا تو وہ دفعتاً ہلاک کر دی گئی:

الم تر کیف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد وثمود الذین جابوا الصخر بالواد وفرعون ذی الاوتاد الذین طغوا فی البلاد فاکثروا فیها الفساد فصب علیهم ربك سوط عذاب۔ (۸۹ : ۵)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمھارے پروردگار نے عاد ارم کے ساتھ کیا سلوک کیا، جو ایسے قوی و متمدن تھے کہ دنیا میں ویسی قوی قوم اب تک پیدا نہیں ہوئی؟ اور قوم ثمود جنھوں نے اپنے رہنے کے لئے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنائے تھے، اور فرعون جو اپنی شان و شوکت خسروی کے لئے خیمہ و خرگاہ رکھتا تھا؟ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے انسانی آبادیوں میں فتنہ و ظلم کا بڑا سر اٹھایا تھا، اور عدل و اصلاح کی جگہ اُن میں فساد پھیلا رکھا تھا۔ پس قانون الٰہی نے اپنے تازیانہ عذاب کو حرکت دی اور ان سب کو نابود کر دیا۔

ان آیات کریمہ نے ظلم و عدوان اور تمرد و طغیان کے نتائج ہی کی تصریح نہیں کی بلکہ اس کے سرچشمۂ اصلی کی طرف اشارہ بھی کر دیا، یعنی قوت کا صحیح استعمال جس طرح دنیا کے نظام عدل و معیار انصاف کو قایم رکھ سکتا ہے، اسی طرح اس کا غلط استعمال اس شیرازہ کو درہم و برہم بھی کر دیتا ہے۔

(عذاب الٰہی کا پہلا دور)

لیکن ہوائے نفسانی قوت کا مرکز ثقل اکثر بدل دیتی ہے، اور جب تک کوئی

روحانی طاقت ان اغراض فاسدہ کی مقاومت نہیں کرتی، قوت ہمیشہ بے راہ روی اختیار کرتی رہتی ہے۔ ان قوموں نے دنیا میں ظلم وعدوان کی جو آگ بھڑکا دی تھی، اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے ضمیر کا احساس بالکل فنا ہوگیا تھا۔ یہ وسیع ملک رکھتے تھے، دولت وثروت کا ذخیرہ اُن کے پاس تھا، اور قوت جسمانی نے پہاڑوں کو اُن کے لئے روئی کا تودہ بنا دیا تھا۔ غذا کی زمین صالح تھی۔ اس نے نیکی کے بیج کے لئے اپنی آغوش کو کھولدیا تھا۔ اور عدل وانصاف کا چشمہ اس کے ایک ایک مسام سے اُبل سکتا تھا۔ اگر یہ قومیں زمین کی اصلاح پر آمادہ ہوتیں تو وہ بھی ان کو صالح قوم کا خطاب دیتی اور اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے اُن کے قدموں کے نیچے ڈالدیتی، لیکن انھوں نے زمین کو اپنی اہوا رفاسدہ کا مرغزار بنایا، اور اس میں گل وریحاں کے بجائے کانٹے بوئے، اس لئے جو چیزیں نیکی کے بیج کی تربیت ونشوونما کرسکتی تھیں وہی ان کے لئے عذاب الٰہی بن گئیں۔ ثمود کو خود زمین ہی نے پیس دیا، عاد کی نسل کو خود ہوا ہی اوڑا لے گئی، اور فرعون کو خود دریائے احمر کی موجیں نگل گئیں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے قرآن حکیم کی دوسری آیتوں میں اس اصول کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

فاما من طغیٰ واثر الحیوٰۃ الدنیا فان الجحیم ھی المأوٰی۔ واما من خاف مقام ربّہ ونھی

لیکن جو شخص سرکش ہوا، اور دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو اس کا ٹھکانا صرف جہنم ہے، لیکن جو شخص خدا سے ڈرا، اور اپنے دل کو اُن نفسانی خواہشوں سے روکا جو ظلم وتمرد اور طغیان و

النفس عن الھویٰ فان | فساد کی طرف لے جاتی ہیں تو اس کا ٹھکانا جنت
الجنۃ ھی المأوٰی (۷۹:۳۷) | ہے۔

(عذابِ الٰہی کا دوسرا دور)

لیکن دنیا کے ترقی کے ساتھ قوانین فطرت نے بھی ترقی کی ہے اور اس ترقی کی حرکت عجیب و غریب ہے۔ دنیا کی ہر چیز ترقی کرتی ہے تو بڑھتی ہے اُبھرتی ہے، پھیلتی ہے، لیکن قوانین کی نشو و نما اس کے بالکل برعکس ہوئی انھوں نے ترقی کی تو سکڑنا شروع کیا۔ سمٹ کر انسان کے گرد جمع ہو گئے وہ پہلے خاک کے ذرات میں ملے ہوئے تھے، ہوا کے اجزا میں بکھرے ہوئے تھے، پانی کی موجوں کے ساتھ تیرتے پھرتے تھے، اس لئے جب کوئی قوم نظام عدل کی خلاف ورزی کرتی تھی، تو خاک کے تودوں، ہوا کے جھونکوں، اور دریا کی لہروں کے اندر ہیجان پیدا ہوتا تھا، اور وہ زمین کی زلزلہ انگیز حرکت، ہوا کے قیامت خیز تموج، اور سمندر کی طوفانی لہروں کی صورت میں نمود کر کے پیس ڈالتے تھے، اڑا لے جاتے تھے، بہا کر ساحل عدم تک پہونچا دیتے تھے۔ لیکن اب انھوں نے صرف انسان ہی کے دل و دماغ کو اپنا نشیمن بنایا کہ وہ تمام مذاہب فطرت کا مجموعہ تھا پس اب ان تمام ذمہ داریوں اور ان تمام فرائض کا بوجھ صرف انسان ہی کے سر پر آگیا، جس کو آسمان و زمین نے گھبرا کر اپنے کندھے سے پھینک دیا تھا۔

انا عرضنا الامانۃ علی ا | جس نے اپنی امانت کو آسمان، زمین اور پہاڑوں
لسموات والارض | کے سامنے پیش کیا، لیکن سب نے اُس کے

وَالجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولا۔	اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان آگے بڑھا اور اس بوجھ کو اٹھا لیا۔ بلا شبہ ایسا کرکے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور بڑی ہی نادانستگی کی۔

(۷۲ : ۳۳)

انبیاء کرام کا ظہور اُسی ترقی کی مکمل صورت تھی، لیکن آغاز فطرت سے انسانی قوت نے جو بے راہ روی اختیار کی تھی، اب وہ اپنے انتہائی درجہ تک پہونچ چکی تھی، اور انبیاء علیہم السلام نے زبانی وعظ و نصائح اور ہدایت و ارشاد کا جو طریقہ اختیار کر رکھا تھا، وہ دنیا کے لئے کافی نہ تھا۔ اب دنیا قوت کے نشہ میں بالکل چور چور ہوگئی تھی، اور ایسی حالت میں اس کا مقابلہ صرف قوت ہی سے کیا جا سکتا تھا۔ انسان پر فطرت نے جو ذمہ داریاں عاید کر دی تھیں، تمدن کی ترقی اور جذبات و عواطف کی رقت و لطافت نے اُن کے احساس کو اور بھی سریع الاشتعال بنا دیا تھا، اس لئے قلب کی یہ حرکت ہاتھ پاؤں میں بھی جنبش پیدا کرنا چاہتی تھی، اور انسان زبان کے ساتھ ساتھ اُنسے بھی کام لینا چاہتا تھا۔

دعوت موسوی

اس آتشکدہ کی آگ سب سے پہلے مصر کی سرزمین میں بھڑکی، جس کو فراعنہ نے ظلم و عدوان اور تمرد و طغیان کا جولانگاہ بنا دیا تھا، جہاں ایک قوم کے ساتھ اسیر و غلامی کی حالت میں جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا، غلامی کی لعنت کی زنجیریں اس کے پاؤں میں تھی،

اور انسانی حکومت کی پرستش کا داغ پیشانی پر یہ ظالمانہ طرز عمل صرف فرعون کے قصر شاہی تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ اُس کا نظارہ ہر گلی کوچہ میں نظر آتا تھا۔ حاکم قوم اپنی حکومت کے گھمنڈ میں بنی اسرائیل کے ہر فرد بشر کو اپنا زرخرید غلام سمجھتے تھے، اور اس کو یقین تھا کہ سرزمین کنعان کا یہ مجبور گلہ صرف اسی لئے ہمیں دیا گیا ہے تاکہ چارپایوں کی طرح ہمارے آگے جھکے، اور کتّے کی طرح ہماری جوتیوں کی گرد چاٹے۔ پس خدا تعالیٰ کے ایک اولوالعزم، صاحب قوت و نفوذ اور ذکی الحس بندے نے راہ جور و ستم کا یہ دردانگیز نظارہ دیکھا اور ایک مظلوم اسرائیلی شخص کی اچانک فریاد اور غیرت قومی کے فوری احساس نے اسکے جذبات رقیقہ کے برقی خزانے میں آگ لگا دی۔

ودخل المدینۃ علیٰ حین غفلۃ من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلن ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ فاستغاثہ الذین من شیعتہ علی الذی من عدوہ فوکزہٗ موسیٰ فقضیٰ علیہ قال ھذا من عمل الشیطان انہ عدو مضل مبین (۲۸ : ۱۴)

اور ایک ایسی حالت میں جبکہ تمام شہر غافل تھا موسیٰ شہر میں آئے، اور دو آدمیوں کو دیکھا کہ لڑ رہے ہیں ان میں ایک موسیٰؑ کی قوم کا تھا، دوسرا اس کے دشمن کے گروہ کا موسیٰؑ کو دیکھ کر اسکی قوم کے آدمی نے اپنے دشمن کے مقابلہ میں مدد مانگی۔ موسیٰؑ نے اس کی مدد کی۔ اس کے دشمن کو ایک گھونسا مارا اور مر گیا۔ موسیٰؑ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو ایک شیطانی کام ہو گیا۔ بے شک شیطان انسان کا دشمن اور گمراہ کن ہے۔

اس کے بعد اگرچہ فرعون کے غلبہ اور جبر و استبداد کے خوف سے موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے، لیکن قومی حمیت کی آگ برابر سلگتی رہی۔ سو اتفاق سے دوسرے دن پھر بھی ناگوار موقع پیش آ گیا۔

فاصبح فی المدینۃ خائفا یترقب فاذا الذی استنصرہ بالامس یستصرخہ قال لہ موسیٰ انک لغوی مبین. فلما اراد ان یبطش بالذی ھو عدو لھما، قال یموسیٰ اتریدان تقتلنی کما قتلت نفسا بالامس ان تریدالا ان تکون جبارا فی الارض وما ترید ان تکون من المصلحین. (۱۷:۲۸)

اب موسیٰؑ شہر میں خوف زدہ ہو کر چھپنے لگے۔ اتفاق سے پھر وہی پہلا سا موقع پیش آ گیا۔ اور جس شخص نے کل ان سے مدد طلب کی تھی، اس نے آج پھر اُن سے فریاد کی۔ موسیٰ نے کہا تو بڑا گمراہ آدمی ہے۔ پھر جب موسیٰؑ نے اس قبطی پر حملہ کرنا چاہا جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا، کیوں موسیٰ! جس طرح تم نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا ہے۔ کیا آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم زمین میں ظالم بن کر رہنا چاہتے ہو، امن دوست بننا تمھیں پسند نہیں؟۔

ہجرت

اب تمام شہر میں اس واقعہ کی شہرت ہو گئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جلاوطنی کا وہ مقدس مرحلہ پیش آ گیا جو ہر حقانی جذبات کی پہلی منزل ہے۔

وجاء رجل من اقصا — شہر کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور

الملا بنتہ یسعیٰ قال یموسیٰ ان الملاء یأتمرون بک یقتلوک فاخرج انی لک من النصحین فخرج منھا خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین. (۱۹ : ۲۸)	کہا کہ اے موسیٰؑ! ارکان سلطنت تمھارے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں۔ اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں تمھیں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں موسیٰؑ شہر سے خوف زدہ ہو کر خفیہ طور پر نکلے، اور خدا کی جناب میں دعا مانگی، کہ خداوندا! مجکو ظالموں کے پنجہ سے نجات دے۔

حریت کا بیرونی مرکز

مصر سے نکلکر ان کو اس صالح بندے کی باریابی کا شرف حاصل ہوا، جو مصر کی غلامانہ اور مستبدانہ آبادی کی آب وہوا کی آزادانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اور حضرت موسیٰ کی دعوت حریت کے لئے یہ دوسری منزل تھی کہ ایک آزاد اور خود مختار سرزمین میں رہ کر آنیوالے وقت کے لئے تیار ہوں۔

فلما جاءہ وقص علیہ القصص قال لا تخف نجوت من القوم الظالمین. (۵ : ۲۸)	جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب کے پاس مدین میں آئے اور اُن سے اپنے واقعات بیان کئے، تو انھوں نے انکی حوصلہ افزائی کی اور کہا مت ڈرو تم نے ظالم قوم کے پنجہ سے نجات حاصل کر لی۔

تکمیل واعلان

مذہبی حیثیت سے یہ پہلا قدم تھا جو سیاست کی طرف بڑھایا گیا تھا لیکن قومی حمیت کی چوآگ حضرت

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دل میں سلگ رہی تھی' اس کے لئے اس سے بھی زیادہ حرارت درکار تھی۔ چنانچہ جب فرعون کے تخت و تاج کے الٹنے کا وقت آگیا تو آتشکدۂ طور نے اپنی حرارت کو ان کے دل کے مقدس گوشوں کے اندر منتقل کر دیا؛

فلما قضی موسی الاجل وسار باھلہ انس من جانب الطور نارا قال لاھلہ امکثوا انی آنست نارا لعلی اٰتیکم منھا بخبر اوجذوۃ من النار لعلکم تصطلون۔ فلما اتھا نودی من شاطئ الوادالایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یموسیٰ انی انا اللہ رب العالمین۔ (۲۹: ۲۸)

جب حضرت موسیٰؑ نے شعیبؑ کی خدمت میں اپنی دس دس برس کے دن پورے کر لیئے اور اپنے اہل و عیال کو لیکر وہاں سے چلے، تو طور کے دامن میں ایک آگ نظر آئی' انھوں نے اپنی بیوی سے کہا: تم لوگ ٹھہرو' میں اس آگ کا پتہ لگاؤں یا آگ کا کوئی انگارا ساتھ لے آؤں تاکہ تمھارے تاپنے کے کام آئے۔ جب وہ اُس آگ کے پاس پہونچے تو وادی ایمن کے کنارے سے ایک زبانی صدا اٹھی اے موسیٰ یہ آگ نہیں ہے۔ جس کے لئے تم دوڑے ہو' بلکہ میں ہوں تمام دنیا کا پالنے والا۔

خدا تعالیٰ کو دنیا کے ایک سب سے بڑے سرکش اور مستبد بادشاہ اور سب سے بڑی ظالم حکمراں قوم کو ہلاک کرنا منظور تھا' اس لیئے وہ خود ہی دنیا میں اُتر آیا۔ جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنی جلال و قہاریت کی فضا میں اتر تا رہا ہے'

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وجود مطہر کے اندر سے اس نے اپنی پاک حریت اور انسانیت کی قدرتی آزادی کے ظہور کا اعلان کر دیا، لیکن ابھی حضرت موسیٰؑ اس راہ کے پہلے مرحلے میں تھے اور اقتضائے بشریت سے ان کے دل میں خوف و ہراس باقی تھا۔ وہ جب اپنی تنہائی اور فرعونیوں کی کثرت و قوت کا مقابلہ کرتے تھے تو قدرتی طور پر ان کے اندر ہراس پیدا ہو جاتا تھا۔ پس قوت مربیہ الہٰی نے سب سے پہلے ان کے قلب کو مختلف طریقوں سے عزم و ثبات کا کامل جوہر بخشا، اور دکھلا دیا کہ طاقت صرف انسانوں کی قلت و کثرت ہی میں مخفی نہیں ہے، حق اور ربانی نصرت کی روح سے معمور ہو کر ایک تنہا انسان لاکھوں انسانوں پر غالب آسکتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے انھیں حکم دیا۔

وان الق عصاك فلمّا راٰھا تھتز کانھا جان ولی مدبراً ولم یعقب۔ یموسیٰ اقبل ولا تخف انك من الاٰمنین۔ (۲۸ : ۳۱)

اے موسیٰ اپنی لاٹھی پھینک دو! جب موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی کو دیکھا تو وہ سانپ کی طرح حرکت کر رہی تھی، وہ ڈرے اور پیٹھ پھیر کر بھاگے خدا نے کہا اے موسیٰ! تم پیچھے ہٹنے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہو تمھارا کام صرف آگے بڑھنا ہے آگے بڑھو کیونکہ تمھیں آگے ہی بڑھانے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا ہے خوف نہ کرو تم ہمیشہ امن میں رہو گے۔

موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ نے اب تک اگرچہ تلوار کا قبضہ نہیں پکڑا تھا لیکن خدا نے ان کو دکھا دیا کہ جو ہاتھ حق کی حمایت میں اٹھتا ہے اس کے

پاس گو لوہے کی تلوار نہ ہو لیکن وہ خود اپنی انگلیوں کے اندر ہی تلوار چمک رکھتا ہے۔

اسلك يدك فی جيبك تخرج بيضاء من غير سوء واضمم اليك جناحك من الرهب فذانك برهانان من ربك الی فرعون و ملائه انهم كانوا قوما فاسقين . (۲۸:۳۲)

اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو وہ اسکے اندر سے چمکتا ہوا نکلے گا۔ اور اس سے تمھیں کچھ نقصان نہ پہنچیگا اپنے بازو کو سمیٹ لو تمھارے خدا کی طرف سے فرعون اور اس کی قوم کے لئے یہ دو نشانیاں ہیں یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے عدالت الہی کے قانون کو توڑ دیا تھا اور اللہ کی اطاعت سے باہر ہو گئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اب اگرچہ ان معجزانہ آلات حرب سے مسلح ہو گئے تھے، لیکن سیاسی میدان میں تلواروں کی چمک اور توپوں کی گرج سے زیادہ دل کی قوت اور زبان کی طاقت وروانی کام آتی ہے اس لئے انھوں نے اپنی کمزوریوں کا عذر کیا۔

قال رب انی قتلت منهم نفسا فاخاف ان يقتلون واخی هرون هو افصح منی لسانا فارسله معی ردا يصدقنی

الہی! ان کی قوم کے ایک آدمی کو میں نے مار ڈالا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اس کے عوض میں مجھے قتل کر دیں۔ میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح و مقرر ہے، اس کو میرا حامی بنا کر میرے ساتھ کر دے کہ وہ میری تصدیق کر دے

انی اخاف ان یکذبون　ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں۔
(۲۸ : ۳۴)

خدا نے اُن کی تمام دعائیں قبول کر لیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کی مدد سے اُن کے دست و بازو کو قوی کر دیا۔

قال سنشد عضدك باخيك ونجعل لكما سلطانا فلا يصلون اليكما بآياتنا انتما ومن اتبعكما الغلبون (۲۸:۳۵)	خدا نے کہا: ہم تیرے بھائی کے ذریعہ تیرے دست و بازو کو قوی کر دیں گے اور تم دونوں کو اپنے معجزات قاہرہ کی برکت سے ایسا غلبہ عطا کریں گے کہ وہ تمھارے پاس پھٹک بھی نہ سکیں گے صرف تم اور تمھارے ساتھیوں ہی کو غلبہ حاصل ہوگا۔

حضرت موسیٰ کا مُطالبہ

خدا تعالیٰ نے ان معجزات قاہرہ اور بشارات عظیمہ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون کے پاس بھیجا۔ فرعون مشرک بھی تھا، مے نوش بھی تھا بدکار بھی تھا، فاسق بھی تھا، فاجر بھی تھا غرض وہ سب کچھ تھا جو دنیا کا ایک سیاہ کار شریر و ظالم انسان ہو سکتا ہے۔

لیکن اب غور کرو کہ تفسیر قرآن کا کیا اہم مقام تمھارے سامنے ہے اور افسوس کہ تم نے قرآن کا حق فہم کبھی بھی ادا نہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام ایک پیغمبر حق تھے توحید الٰہی، رد شرک و اصنام پرستی تزکیہ نفس و اخلاق درس کتاب و حکمت ان کے فرائض نبوت کے حقیقی ارکان ہیں۔ اُن کا مخاطب ایک مشرک و فاجر بادشاہ اور ایک مشرک و فاجر حکمراں قوم

تھی۔ اگر "سیاست" اور "دین" دو الگ الگ چیزیں ہیں جیسا کہ نادانی اور جہل کے ابلیس نے تمھیں سمجھایا ہے، اور اگر ایک غلام سے نجات دلانا ایک غیر دینی عمل ہے جیسا کہ بدبختانہ تم سمجھتے آئے، تو اب ضرور تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ بھی اس سے بالکل الگ رہتی، جس کا نام تم نے "سیاست" رکھا ہے وہ آتے اور فرعون سے سب کچھ چاہتے۔ مگر وہ نہ چاہتے جو نہ تو دین ہے اور نہ پیغمبرانہ دعوت کا کوئی جزو حقیقی، مگر قرآن حکیم تمھارے سامنے موجود ہے خدا نے فرعون کو نہ تو توحید کی دعوت دی، نہ اس کی شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں، نہ اس کی سیہ کاریوں کا جائزہ لیا، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دعوت کا صرف ایک ہی مقصد بتا کر رخصت کیا۔

اذھب الیٰ فرعون انہ طغیٰ۔ (۲۰ : ۲۵)	فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بڑا سرکش اور ظالم ہو گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آئے اور انھوں نے بجز اسکے اور کچھ نہ کہا کہ۔

ان ادوا الیٰ عباد اللہ انی لکم رسول امین (۷ : ۴۴)	خدا کے بندوں یعنی قوم بنی اسرائیل کو مجھے واپس دیدو جسے تم نے اپنا محکوم بنا رکھا ہے میں تمھارے پاس ایک امانتدار رسول بنکر آیا ہوں۔

تم نے غور کیا یعنی حضرت موسیٰ نے فرعون کے آگے اپنی تبلیغ کا مقصد یہ نہیں کہا کہ فسق و فجور چھوڑ دو، گناہ اور شرارت سے باز آجاؤ۔ نیک زندگی اختیار کرو، پاک طریقوں پر عمل کرو، بلکہ اولین مطالبہ یہ کیا کہ خدا کے جن بندوں

کے پاؤں میں تو نے اپنی محکومی اور غلامی کی زنجیریں ڈالدی ہیں اُنہیں چھوڑ دے اور مجھے واپس دیدے۔ خدا نے مجھے اس قوم کا امین بنایا ہے اسکے بندوں کو میں آزادی دلاؤں گا۔ محکومی کی جگہ ایک حکمراں قوم بناؤں گا۔ خدا کے بندے خدا کی امانت ہیں تو ظالم اور مستبد ہے اس لئے تو اس امانت کا مستحق نہیں۔ یہ شرف اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے کہ میں اس امانت کو ٹھیک ٹھیک اپنے پاس رکھوں گا۔

یہ مطالبہ اگرچہ نہایت مختصر الفاظ میں کیا گیا، لیکن درحقیقت وہ سیاست کی روح، سیاست کا مغز، اور سیاست کی حقیقی تفسیر تھا۔ پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا مطالبہ "ادوا" کے لفظ سے کیا "ادوا" کا اصل "الاداۃ" ہے اور اس کے معنی ہیں "دفع الحق" کے یعنی کسی ایسی چیز کو دیدینا جو لینے والے کا حق تھا، تم نے اپنے پاس سے اسے نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اداء خراج، اداء جزیہ، اداء امانت، عربی میں بکثرت آتا ہے خراج، اور جزیہ حکومت کا حق ہے۔ امانت امانت رکھنے والے کی چیز ہے۔ اسے واپس دینا اس کے حق کو ادا کرنا ہے۔ پس حضرت موسیٰؑ نے "ادا" فرمایا یعنی ایک ایسی چیز مانگی، جو فرعون کی ملکیت نہ تھی۔ حضرت موسیٰؑ کا حق تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رعایا کسی قوم کے ظلم وستم کا تختہ مشق نہیں بنائی گئی ہے اگر خدا نے کسی گروہ کو کسی شخص کے ہاتھ میں دیدیا ہے تو اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اس سے آلہ بیجان کی طرح کام لے اور اپنا غلام بنالے اگر ایک قوم کسی ضعیف فرقہ کی قسمت کی مالک ہوگئی ہے، تو وہ اس کو اپنی اغراض

ذاتی و قومی کا ذریعہ نہیں بنا سکتی۔ رعایا صرف ایک امانت الٰہی ہے اور جب کوئی قوم اس امانت میں خیانت کرتی ہے تو خدا اس کو واپس لے کر اپنے دوسرے امانت دار بندوں کے حوالے کر دیتا۔

یہ انھوں نے خود اسرائیل کو عباد اللہ کے لفظ سے تعبیر کیا، جس میں اشارہ تھا۔ کہ رعایا بادشاہوں کی محکوم ہو کر ان کی غلام نہیں بنجاتی، بلکہ اس کے گلے میں غلامی کا صرف ایک ہی حلقہ ڈالا گیا ہے اور وہ حلقہ صرف خدا کی عبودیت کا ہے وہ "عباد اللہ" ہیں "عباد السلاطین" نہیں ہیں ان کو خدا کی بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے انسانوں کے تخت غرور کے آگے جھکنے کے لئے نہیں بنایا گیا۔ پھر انھوں نے اپنا تعارف "رسول امین" کے لقب سے کرایا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ فرعون نے امانت الٰہی میں خیانت کی، اس لئے خدا اب اپنی امانت کو ایک دوسرے امین بندے کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔

خدا نے اپنے صالح بندوں کو جہاں کہیں تاج و تخت کی بشارت عظیمہ دی ہے۔ اس سے حکومت کرنے کی صلاحیت ہی مراد ہے اور دنیا کی جس سلطنت نے سیاست کے جس اصول زریں کو پامال کر دیا، وہ دفعتاً برباد ہوگئی۔ دنیا کے جابرہ میں فرعون نے سب سے زیادہ بیدردی کے ساتھ اس اصول کو پامال کیا تھا، وہ بنو اسرائیل کو نہ صرف غلام بلکہ اپنی جائداد غیر منقولہ سمجھتا تھا۔ اور ان کے واپس کرنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ نے جبراً ان کو چھین لینا چاہا کہ جبر کا علاج جبر ہی سے

ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ نے حکم دیا۔

فاسر بعبادی لیلاً انکم متبعون (۲۶: ۲۲)
میرے بندوں کو لیکر راتوں نکل جاؤ تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

عذاب الٰہی کا ظہور

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس امانت الٰہی کو لیکر نکلے تو حسب اطلاع الٰہی فرعون نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ اب اگرچہ اس قسم کے سرکشوں کی سزا کے لئے خدا نے جو انسان ہی کو مسلط کر دیا تھا، اور دوسری فطری مخلوقات نے اپنا یہ منصب انسان ہی کو دیدیا تھا، تاہم فرعون کی ہلاکت و بربادی میں سب نے کچھ نہ کچھ حصہ لیا۔ دریائے احمر کی موجیں ان کو نگل گئیں خوش فضا باغوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ زمین سے ابلنے والے چشمے ان سے علیحدہ ہوگئے۔ لہلہاتی ہوئی کھیتیاں اُن سے روٹھ گئیں، اور آسمان و زمین تک کو ان پر رحم نہ آیا۔

واترك البحر رهوا انهم جند مغرقون. کم ترکوا من جنٰت وعیون و زروع. ومقام کریم ونعمة کانوا فیها فکهین کذلك واورثنها قوما آخرین، فما بکت علیهم

ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ دریا کو ساکن چھوڑ دو اور نکل بھاگو فرعون اپنے لشکر سمیت اس میں ڈوب جائیگا چنانچہ حکم الٰہی پورا ہوا، اور وہ سب کے سب دریا کی لہروں میں نابود ہوگئے۔ پھر دیکھو کہ یہ کون لوگ تھے؟ ان کی کیسی شان و شوکت تھی؟ کیسا جاہ و جلال تھا؟ کیسا گھمنڈ اور کیسی شرارتوں سے بھری ہوئی صدائیں تھیں لیکن بالآخر خدا کے عذاب سے

السمآء والارض وما کانوا منظرین. (۴۴ : ۲۳)

کوئی طاقت انھیں نہ بچا سکی کس قدر سرسبز باغ، کیسی کیسی دلفریب نہریں، شاداب و پرثمر زراعت گاہیں، عالیشان و پرتکلف عمارتیں، عیش و نشاط کی نعمتیں، غرضکہ سب کچھ دنیوی جاہ و جلال میں سے ان کے پاس تھا اور جنکے اندر وہ بے فکری کے مزے اڑا رہے تھے اپنے بعد چھوڑ گئے اور ہم نے دوسری قوموں کو ان کا وارث بنایا جو ان پر قابض ہو گئیں اور باوجود اس درد انگیز انقلاب کے نہ تو آسمان ہی ان پر رویا اور نہ زمین ہی نے آنسو بہائے اور نہ ان کو اپنی حالت کے اصلاح کی مہلت دی گئی کیونکہ مہلت پوری ہو گئی تھی۔ اور آسمان و زمین کا خداوند جب ناراض ہو جائے تو پھر تمام کائنات ہستی میں کون ہے۔ جو ان بدبختوں سے راضی ہو سکتا ہے۔

سیاست حقہ کا آخری ظہور

قوت اگرچہ سیاست کا جزو لازمی ہے لیکن اس میں رحم و لطف اور رفق و ملاطفت کی بھی آمیزش کی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو خدا نے جب فرعون کے پاس بھیجا، تو سب سے پہلے اسی پیغمبرانہ اخلاق کے اظہار کی تلقین کی۔

اذھبا الی فرعون انہ طغیٰ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشیٰ (۲۰ : ۴۶)

اے موسیٰ تم ہارون اور فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے، باینہمہ اسکے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا شاید وہ عبرت حاصل کرے۔ یا اسکے دل میں خوف خدا پیدا ہو جائے۔

اخلاق اور سیاست

لیکن فرعون کے جبر واستبداد، غرور وعناد اور حکومت الہیٰ کے گھمنڈ نے اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریائے لطف کے ایک قطرے سے بھی تشنہ لب رکھا۔ اور دریائے احمر کی لہروں میں ان کی معجزانہ قوت نے نہایت عبرتناک طور پر بحر عدم کے ساحل تک پہونچا دیا۔ تاہم الہٰی سیاست فطرتاً رحم کے ساتھ ہم آغوش رہنا چاہتی تھی۔ فرعون کو اس کے تمرد نے اگرچہ اس تلطف آمیز سیاست سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ لیکن جب دنیا کے ساتھ تمدن نے اور زیادہ ترقی کی تو اخلاق وسیاست کی تصویریں ایک مرقع میں نظر آگئیں اسلام اسی اخلاق وسیاست کا مجموعہ ہے۔

لیکن ہر اجتماع وترکیب سے پہلے اس کے متفرق اجزاء کا الگ الگ ہونا ضروری ہے۔ اور ہر اعتدال کے لئے افراط وتفریط کا وجود لازمی ہے سیاست کا ایک جز یعنی قوت کو تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پیدا کر دیا تھا، اور اس کی آخری نمایش دریاے احمر میں آچکی تھی۔ لیکن دوسرا جزو یعنی اخلاق اب تک معدوم تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اس کو بھی پیدا کر دیا، اور اس کے حریف یعنی سیاست وقوت کی رگ گردن کاٹ ڈالی۔ یہود ٹھوس پتھر کی طرح سخت تھے، لیکن حضرت مسیح نے اپنی معجزانہ آتش بیانیوں سے ان کو اس قدر گداز کر دیا کہ وہ ایک سیال مادہ بن گئے جو ہر قوت کے سامنے جھک جاتا تھا، لچک جاتا تھا، دب جاتا تھا۔

اگر کوئی شخص ان کے گال پر ایک طمانچہ مارتا تھا تو انھوں نے کہا کہ

وہ اپنا دوسرا گال بھی اس کے سامنے پیش کر دیں گے اگر کوئی شخص ایک میل بیگار لے جانا چاہتا تھا تو وہ دو میل تک اس کا بوجھ پہونچا دیتے تھے اظہار قوت کا سب سے بڑا ذریعہ حکومت ہے لیکن انھوں نے دینوی حکومت کے لئے کچھ نہ چاہا۔ اور صرف خدا کے غریب بندوں ہی کو آسمانی حکومت کی بشارت دی قوت کی نمائش کے لئے جنگ ناگزیر ہے۔ لیکن انھوں نے کہا کہ اپنے دشمنوں کو بھی پیار کرو غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں قوت جس درجہ افراط تک پہونچ گئی تھی ٹھیک اسی کے مقابل حضرت مسیحؑ نے اس کو درجہ تفریط تک پہنچا دیا۔ اگرچہ اپنے اپنے وقتوں میں دونوں چیزیں صحیح اور عین اعتدال تھیں۔

امۃ وسطا

اس بنا پر اعتدال کلی و دائمی کے لئے جس قسم کے الگ الگ افراط و تفریط کی ضرورت تھی، اب وہ پوری ہو گئی اور قوانین ارتقا جس جامع و مکمل مذہب کو ڈھونڈ رہے تھے اس کے ظہور کا وقت آگیا۔ پس زبان الہٰی نے اس معتدل امت کے پیدا ہونے کی بشارت دنیا کو سنا دی۔

وکذلک جعلناکم امۃ وسطا	اسی طرح ہم نے تم کو ایک عدل و
لتکونوا شھداء علی النّاس	توسط کی قوم بنایا۔ تاکہ تم لوگ دنیا
ویکون الرّسول علیکم شھیدا	کے لئے نمونہ ہو، اور پیغمبر تمھارے لئے
(۲ : ۱۳۷)	نمونہ ہو۔

داعی مذہب اسلام نے اس "امۃ وسطا" کے لئے اپنا اعلیٰ نمونہ قایم کر دیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ ایک سخت طاقتور بادشاہ اور سخت جابر قوم کا مقابلہ کرنا تھا، اس لئے خدا نے ان کو فطرتاً پر جلال بنایا تھا اسی بنا پر فرعون کے سامنے نرم کلامی کی تلقین کرنا پڑی لیکن پیغمبر اسلام خود ہی فطرتاً رحم و شفقت، کرم و رافت، عفو و درگذر کا خلق عظیم تھا۔

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك - (۳ : ۱۵۳)	یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان کے لئے فطرتاً نرم خو پیدا کیے گئے، اور اگر تم سخت سنگدل ہوتے تو اور بھاگ جاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی قوم کی ذلت برداشت نہ ہوسکی، اور وہ چند دنوں کے بعد اس کو سے کر چلے گئے۔ لیکن پیغمبر اسلام نے کامل تیرہ[۱۳] برس تک اپنی قوم کی ہدایت یاب ہونے کا انتظار کیا، طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں، اور اپنے متبعین کو مختلف قسم کے جسمانی مصائب میں مبتلا دیکھا باینہمہ خدا نے ان کو صبر و سکون کا اعلیٰ ترین معیار بتلا دیا تھا۔

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عينك عنهم (۱۸ : ۲۷)	ان لوگوں کے ساتھ رہ کر صبر کرو جو صبح و شام اپنے خدا کی پکار میں سرگرم رہتے ہیں، اور صرف خدا کی مرضی تلاش کرتے ہیں، اپنی نگاہ ان سے نہ پھیرو۔

کفار مکہ میں ایک ایک کنکری اگرچہ اس کے متبعین کو ٹھوکر لگانا چاہتی تھی لیکن ان لوگوں نے داعی اسلام کے اسوۂ حسنہ کی اس عدیم النظیر

طاقت کے ساتھ تعلیم کی کہ ایک تنکے کو بھی نگاہ گرم سے نہ دیکھا، بلکہ بعض موقعوں پر تو وہ کیا کہ اخلاق مسیحی اس کے آگے ہیچ ہے۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا اذا خاطبھم الجٰھلون قالوا سلاماً.
(۲۵ : ۶۴)

اور خدا کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ اور جب جہلا ان کو نامعقول طریقے سے مخاطب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم سلامت رہو ہمیں اپنی راہ چلنے دو۔

لیکن اسی ضعف میں ان کی قوت کا راز بھی چھپا ہوا تھا۔ دنیا میں ایک ہی اصول متضاد نتائج پیدا کرتا ہے۔ کبھی تو قوت سے دب کر فنا ہو جاتی ہے اور کبھی وہ جس قدر دبائی جاتی ہے اسی قدر ابھرتی بھی ہے اور آہستہ آہستہ اپنے بکھرے ہوئے اجزا کو جمع کر لیتی ہے پانی کی سوتیں بعض اوقات تو خاک پتھر کے اندر دب کر بالکل خشک ہو جاتی ہیں لیکن اندر ہی اندر منافذ پیدا کر کے زمین کے اندرونی حصے میں اپنا جال پھیلا دیتی ہیں، اور ایک دن چشمہ کی صورت میں اُبل پڑتی ہیں۔ یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں قوت کی موت اور اس کی زندگی درحقیقت تربیت ہی پر موقوف ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام چونکہ یہود کی شقاوت کو توڑنا چاہتے تھے اس لئے انھوں نے اپنا ایک خاص مظلومانہ طریقہ قائم کیا لیکن پیغمبر اسلام مسلمانوں کو طاقتور قوم و عزیز ترین ہستی بنانا چاہتا تھا۔ وہ آسمان کی بادشاہت غریبوں کو مسکینوں کو نہیں دینا چاہتا تھا بلکہ دنیا کی بادشاہت کی بشارت سے مسکینوں کو صاحب

تاج وتخت بنانے والا تھا۔ اس لئے اُسے ابتدا ہی سے ان کو عزم و استقلال کی تعلیم دی اور ایک بلند تر مطمح نظر کے لئے تیار کیا، چنانچہ اس مظلومی کے زمانے میں جبکہ ارض مکہ کی ایک ایک کنکری مسلمانوں کو ٹھوکر لگاتی تھی اور دنیوی عیش و نعم کے تمام دروازے اُن پر بند ہو گئے تھے اس نے خدا کی نصرت سے معمور ہو کر بشارت دی کہ آج ظلم و جبر کے پتھروں کو اٹھا لو۔ کل کو تمام دنیا تمہارا بوجھ اُٹھائے گی۔

شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا الا تستنصر لنا الا تدعو اللہ لنا؟ قال کان الرجل فی من قبلکم یحفر لہ فی الارض فیجعل فیہ فیجاء بالمنشار فیوضع علی راسہ فیشق باثنین وما یصدہ ذلک عن دینہ ویمشط بامشاط الحدید ما دون لحمہ من عظیم او عصب وما یصدہ ذلک عن دینہ واللہ لیتمن ھذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضر موت لا یخاف

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت سے اپنے مصائب کی شکایت کی، اور کہا کہ آپ ہمارے لئے خدا سے مدد نہیں مانگتے اور اس درگاہ میں دعا نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا کہ گذشتہ قوموں میں ایسے راسخ العزم لوگ تھے کہ زمین میں گڑھے کھود کر انھیں دابا جاتا، پھر آرے سے ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھیاں ان کے بدن پر چلائی جاتی تھیں جو ان کے رگوں کو ہڈیوں تک سے الگ کر دیتی تھیں تاہم یہ آزمائش بھی ان کو سچائی سے نہیں ہٹا سکتی تھیں خدا کی قسم دین اسلام اس قدر

الا اللہ۔ (بخاری جزو ۴ ص ۲۰۱)

کامل اور غالب ہوگا کہ ایک سوار یمن سے حضر موت تک اس طرح بےخوف وخطر چلا جائے گا کہ خدا کے سوا اس کو کسی چیز کا ڈر نہ ہوگا۔

دنیا کے خزائن ودفائن میں قوت کا خزانہ سب سے زیادہ قیمتی اور مستحق حفاظت ہے۔ اس لئے اس کو ہر وقت اور ہر جگہ آسانی کے ساتھ صرف نہیں کیا جا سکتا۔ ہر چیز اجزاء کی تقسیم سے فنا ہو جاتی ہے، اور کوئی عظیم الشان نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی عرب جاہلیہ سے زیادہ فیاضی کے ساتھ کسی قوم نے جنگی قوت کو خرچ نہ کیا ہوگا۔ لیکن انتشار وپراگندگی کے سوا اس سے کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔

لا یقاتلونکم جمیعًا الا فی قری محصنۃ او من وراء جدار باسھم بینھم شدید تحسبھم جمیعًا وقلوبھم شتی ذالک بانھم قوم لا یعقلون۔

وہ متفق ہو کر تم سے نہیں لڑ سکتے، صرف قلعہ بند گاؤں میں یا کسی دیوار کی آڑ میں چھپکر حملہ کریں گے۔ وہ باہم نہایت سخت جنگ کرتے تھے۔ اس لئے تم انکو ایک متحدہ جماعت سمجھتے ہو۔ لیکن جماعت صرف اتفاق ہی سے پیدا ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں اتفاق کہاں؟ وہ ایک نادان وبے عقل قوم ہے۔ اتفاق واجتماع قوار کے فوائد نہیں سمجھتے۔

لیکن تکمیل مذہب، نشر امن وسلام، اور عدل وانصاف کے قیام کا جو مقصد اسلام کے پیش نظر تھا، وہ ایک متفقہ جماعت اور متحدہ قوت کا

محتاج تھا، اس لئے وہ اپنی قوت کا خزانہ اس طرح صرف نہیں کر سکتا تھا، جس احمقانہ طریقے سے اہل عرب صرف کیا کرتے تھے۔ متبعین اسلام کو کفار مکہ کی سفیہانہ آویزشوں پر صبر و تحمل کا جو حکم دیا گیا تھا، وہ نہ تو کسی قسم کی کمزوری پر مبنی تھا۔ اور نہ اس سے خدا وند مسیحی کی تکمیل مقصود تھی، بلکہ سیاسی مصالح کی بنا پر اس کے ذریعہ قوت کے خزانے کو ایک اجتماع عظیم اور مقصد وحید کے لیے جمع کرنا اور محفوظ رکھنا مقصود تھا۔ چنانچہ جب اس سیاست الٰہی کے اظہار کا وقت آگیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ

یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم۔ (۹ : ۸۴)	اے پیغمبر کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ پوری سختی سے پیش آؤ۔

تو قوت کا یہ سرچشمہ دفعتًا اُبل پڑا اور وہ ہی فقیر مظلوم مسلمان جنہوں نے سالہا سال تک دشمنان حق کے مظالم خاموشی کے ساتھ سہتے تھے۔ اس جوش و قوت کے ساتھ سر فروشی کیلئے تیار ہو گئے کہ آگ کے شعلے، سمندر کی موجیں، پہاڑوں کی چوٹیاں، تیروں کی بارش بھی ان کے سیلاب کو نہ روک سکی۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاورحین بلغہ اقبال ابی سفیان، فقام	آنحضرت کو جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے بدر کی طرف پیشقدمی کی ہے تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا' انصا

سعد بن عبادہ فقال ایانا یا ترید یا رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان تخیفھا البحر لاخضنا ھا ولو امرتنا ان نضرب اکبا دھا الی برك الغماد لفعلنا۔ (مسلم ج-۲-ص ۸۴)	میں سے سعد بن عبادہ اُٹھے اور کہا: کیا آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے؟ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے، اگر آپ فرمائیں تو ہم دریا میں گھس پڑیں او اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرا دیں۔

لیکن یہ سیلاب ایک معتدل قوم کے دل سے امنڈا تھا۔ اس لیئے وہ دریائے احمر کی موجوں کی طرح ہر جسم کے نگلنے کے لیئے ادھا دھند نیار نہ تھا بلکہ اس کا حال بالکل مختلف تھا۔ جو تنکا اس کی سطح پر جس قدر جنبش پیدا کرتا تھا۔ اسی قدر مساوی و ہموزن طاقت کے ساتھ وہ اسے تھپیڑے بھی لگاتا تھا۔

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ (۲ : ۱۹۰)	جو شخص تم پر ظلم کرے، تم بھی اس پر اسی قدر ظلم کرو، جس قدر اس نے تم پر کیا ہے، اس سے آگے بڑھنے میں خدا سے ڈرو اور یقین رکھو کہ خدا صرف پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

سیاست واخلاق کے جراجزا شریعت موسوی و عیسوی میں الگ الگ بکھرے ہوئے پڑے تھے، اسلام نے ان میں باہم ترکیب دے دی

اور رحمت اور فیاضی سے سیاست پر اخلاق کے جزو کو غالب کر دیا لیکن مضمون بہت طویل ہو گیا ہے۔ اور ہم اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتے۔ یہ ایک مستقل عنوان ہے، اور اللہ تعالیٰ درس و بیان اور معادن اسلامیہ کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

بہر حال صفوۃ القول یہ کہ اسلام جس طرح اخلاق و عقائد اور عادات و خصائل کا مکمل مجموعہ ہے، اسی طرح سیاسیات میں بھی وہ ایک کامل بہترین مذہب ہے۔ اور سیاست صحیحہ اور دین الٰہی دو الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں، بلکہ دین حق کا اہم ترین مقصد سیاست حقہ کا قیام ہی ہے۔ اس حقیقت کو صرف وہ ہی سمجھ سکتا ہے جس نے قرآن حکیم کو پڑھا ہے مگر قرآن کے پڑھنے والے زیادہ نہیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب عقائد و عبادات کے تمام ارکان قائم ہو گئے تو ان کے ساتھ اُس کے سرچشمہ سیاست یعنی حکومت کی بھی تکمیل ہو گئی۔ اور دنیا کو اس کی تکمیل کا مژدہ سُنا دیا گیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔

تمّت

(مطبوعہ الخلیل پریس بجنور۔)

شہید اعظم امام حسین علیہ السلام کو کس نے شہید کیا؟

(از مولانا ابوالکلام آزاد)

شمر پر قتل کا الزام غلط ہے اسلامی تاریخ میں عظیم الشان واقعہ شہادت کے حالات ۸ر مجلد ۱۰ر

حرمت متعہ شیعوں کے مسئلہ متعہ کی حقیقت مذہب کی عُریاں تصویر قیمت ۸ر

آزادی اسلام۔ از ابوالکلام آزاد ۵ر رہنا بینا علماء ۵ر کفر توڑ ۸ر سر توڑ ۸ر

ہندوستان میں اسلامی حکومت۔ مولانا شبلی کے (مقالات) علمی تاریخی مضامین کا بہترین مجموعہ جن کے مطالعہ سے معلومات میں بہت ترقی ہوتی ہے جس میں بعض علمائے اسلام کے سوانح علامہ ابن تیمیہ اور ہندوستان میں مغل بادشاہوں کا تمدن جس کا ہر باب لاجواب۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

ترجمہ تاریخ فرشتہ اُردو۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی سلطنتوں کے حالات دو جلد کامل ایک ہزار دو سو اٹھتر صفحات کلاں چھ روپیے۔ محصول ڈاک عہ؍

علمبردار تصوّف۔ سوانح مولانا رومؒ، صوفیوں کی جان۔ قیمت مجلد ۱۲ر

نصف ہزار عمل۔ یہ کتاب علمائے فرنگی محل لکھنؤ کے ایک مشہور عالم نے لکھی ہے جو وظائف و تعویذات میں ہتیل ہے جس میں ہر قسم کے عمل اکاون باب میں درج ہیں قیمت عہ؍

حیات غازی صلاح الدین۔ عیسائی دنیا سے زبردست معرکہ آرائیاں صلیبی جنگوں کی تاریخ قیمت مجلد عہ؍

ملنے کا پتہ:- ظہور الحسن منیجر کتب خانہ نئی جنتری بجنور (یو۔پی)